31

تحریک جدید کے ساتویں سال کا آغاز

(فرمودہ 29 نومبر 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میری طبیعت پیچش کی وجہ سے خراب ہے ساتھ ہی کچھ حرارت کی شکایت بھی ہے جس کی وجہ سے میں زیادہ دیر تک بول نہیں سکتا لیکن چونکہ نومبر کا آخر آگیا ہے اور یہ وہی ایّام ہیں جبکہ تحریکِ جدید کے نئے سال کے متعلق اعلان کیا جاتا ہے اس لئے مَیں آج دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اب وہ ساتویں سال کی تحریک کے لئے اپنے وعدے لکھوانے شروع کر دیں۔

میں سمجھتا ہوں اس تحریک کے متعلق اتنی بار اور اتنے رنگ میں اور اتنے تواتر سے تحریک ہو چکی اور اس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں کہ در حقیقت اب کسی لمبے خطبے اور واضح بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لوگ اس قابل ہیں کہ اس تحریک میں حصہ لے سکیں یا جو لوگ اس قابل ہیں کہ اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ سکیں وہ تو اس میں شامل ہو چکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اس وعدہ کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ دس سال تک اس تحریک میں انشاء اللہ شامل رہیں گے۔ اور جو لوگ اس قابل نہیں کہ اس تحریک میں شامل ہو سکیں یا قابل تو ہیں مگر اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت سمجھنے کے قابل نہیں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی گناہ اور شامتِ اعمال کی وجہ سے اس میں حصہ لینے سے محروم کر رکھا ہے۔

ایسے لوگوں کو میری کوئی تقریر یا خطبہ یا کسی اور کی کوئی تقریر اور خطبہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جس وقت دعویٰ کیا اس وقت مکہ کے لوگ تو اس بات میں مشغول ہو گئے تھے کہ یہ ہمارے دین اور نظام میں رخنہ پیدا کر رہا ہے۔ آؤ اسے تباہ کر دیں۔ وہ نہ خود آپ کی باتیں سنتے اور نہ دوسروں کو سننے دیتے۔ بلکہ اگر کسی مجلس میں آپ اپنی باتیں سنانے جاتے تو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار ایک دوسرے سے کہتے کہ سب مل کر شور مچا دو تا اس کی باتیں کوئی شخص سننے نہ پائے۔ 1 چنانچہ وہ شور مچاتے، تالیاں پیٹتے، گالیاں دیتے اور بُرا بھلا کہتے اور اس طرح جو لوگ آپ کی باتیں سننا چاہتے تھے وہ بھی شور کی وجہ سے کچھ نہ سن سکتے تھے۔ مگر جب مکہ کے لوگ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ سلوک کر رہے تھے اس وقت دور، میلوں میل دور، منزلوں دور غفار قبیلے کا ایک شخص ابوذرؓ کسی سے سنتا ہے کہ مکہ میں ایک ایسا دیوانہ پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ انہیں خود ایک ضروری کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے بھائی کو بلایا اور کہا کہ اونٹ لو اور مکہ جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ ایسا کون سا ضروری کام پیش آ گیا ہے جس کی وجہ سے میرا ابھی مکے جانا ضروری ہے؟ انہوں نے کہا کہتے ہیں وہاں ایک دیوانہ پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ مَیں خدا کا رسول ہوں۔ اے میرے بھائی جو کوئی ایسی بات کہتا ہے وہ جھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور سچا بھی ہو سکتا ہے۔ اگر تو وہ جھوٹا ہے تو تمہارا اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ تم مکہ سے پھر آؤ گے اور اگر وہ سچا ہے اور ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے تو ہم ثواب کے اس عظیم الشان موقع سے محروم رہیں گے اس لئے تم فوراً مکہ جاؤ اور اس بات کا پتہ لگاؤ۔ چنانچہ ان کا بھائی مکہ کو چل پڑا۔ حسب دستور مکہ کے دروازوں پر قریش کے بڑے بڑے سردار اسے ملے اور کہنے لگے کہ کچھ تم نے سنا ہمارا ایک رشتہ دار پاگل ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا پاگل تو نہیں بلکہ اس نے اپنی ایک دکان کھول لی ہے۔ وہ کہنے لگا سنا تو میں نے بھی ہے۔ پھر انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ وہ ہمارا اپنا عزیز اور رشتہ دار ہے۔ ہمیں اس سے کوئی دشمنی نہیں مگر چونکہ اب وہ پاگل ہو گیا ہے اس لئے ہم دوسروں کو یہی نصیحت کیا کرتے ہیں کہ وہ اس پاگل کے قریب نہ پھٹکیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ پاگل نہیں محض شرارت کر رہا ہے اور لوگوں میں فتنہ برپا کر رہا ہے۔ آخر انہوں نے روئی لی اور اس کے کانوں میں ٹھونس دی اور کہا

کہ اول تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اس سے ملنے کے لئے نہ جاؤ لیکن چونکہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ خود تم سے باتیں کرنے لگ جائے اس لئے ہم نے تمہارے کانوں میں روئی ڈال دی ہے کہ تمہارے کانوں میں اس کی باتیں نہ پڑیں۔ ورنہ تمہارا دین خراب ہو جائے گا اور تم بھی اسی کی طرح گمراہ ہو جاؤ گے۔ بھائی کے دل میں چونکہ وہ نور نہیں تھا جو ابوذرؓ کے دل میں تھا اس لئے وہ مکہ میں آیا اور پھر پھرا کر واپس چلا گیا۔ ابوذرؓ نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ اس مدعی نبوت سے ملے تھے۔ وہ کہنے لگا بھئی وہ تو پاگل ہے اس کا کیا پوچھتے ہو۔ اسی طرح کوئی اسے شرارتی کہتا ہے اور کوئی دکاندار۔ ابوذرؓ کہنے لگے کہ کیا تم خود اس کے پاس گئے تھے۔ وہ کہنے لگا مَیں تو گیا ہی نہیں۔ جاتے ہی مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ وہ پاگل ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کی یہ باتیں تو ہمیں یہاں بھی پہنچ گئی تھیں۔ تمہیں خود جانا چاہیئے تھا اور اپنے کانوں سے اس کی باتیں سننی چاہیئے تھیں مگر خیر مَیں اب خود جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ تیار ہوئے اور مکہ میں پہنچ گئے۔ جب قریش مکہ کو ان کی آمد کا علم ہوا تو وہ جمگھٹا کر کے ان کے پاس پہنچے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انہوں نے آپ کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ کسی نے کہا پاگل ہے، کسی نے کہا دکاندار ہے، کسی نے کہا ہمارے معبودوں کی طرف سے اس پر لعنت پڑ گئی ہے۔ غرض کئی قسم کی باتیں لوگ کرتے رہے۔ آخر ان کے کانوں میں بھی انہوں نے روئی ڈال دی اور کہا کہ اس کی باتیں نہ سننا۔ انہوں نے روئی ڈلوالی اور خیال کیا کہ مجھے خواہ مخواہ اس بات پر ان سے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر جب وہ چلے گئے تو انہوں نے روئی نکال کر پھینک دی اور فیصلہ کیا کہ وہ خود تمام حالات معلوم کریں گے مگر اس سے انہیں اتنی بات ضرور معلوم ہو گئی کہ سارا مکہ اس شخص کا دشمن ہے۔ اگر میں نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو ممکن ہے وہ غلط جواب دے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ مَیں پوچھوں گا کسی سے نہیں بلکہ آپ ہی تمام حال دریافت کروں گا۔ چنانچہ وہ سارا دن چکر لگاتے رہے۔ کبھی پھرتے پھراتے ایک طرف نکل جاتے اور کبھی دوسری طرف اور انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ ہر انسان ڈرتا ہے آپؐ کا ذکر کرنے سے۔ اور ہر انسان گھبراتا ہے آپؐ کا نام زبان پر لانے سے۔ خانۂ کعبہ میں آنا تو آپ کے لئے ممنوع تھا ہی۔ اس لئے یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ خانۂ کعبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو کبھی دیکھ لیں۔ حضرت علیؓ جو ابھی چھوٹے بچے ہی تھے اور جن کی تیرہ سال کی عمر تھی انہوں نے جو بار بار آپ کو اِدھر اُدھر پھرتے دیکھا تو انہیں تعجب سا ہؤا کہ اسے کوئی کام نہیں جو یونہی بازار میں پھر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ آپ کیوں پھر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں مکہ میں ایک کام کے لئے آیا ہوں۔ عربوں میں مہمان نوازی کا وصف خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ یہ سنتے ہی انہیں اپنے گھر لے گئے۔ یوں وہ خود تو رسول کریم ﷺ کے پاس رہتے تھے مگر یا اس وقت وہ انہیں اپنے گھر لے گئے یا یہ کہ رسول کریم ﷺ کے گھر ان کی رہائش بعد میں شروع ہوئی ہے۔ بہرحال بعض روایات میں ہے کہ وہ انہیں گھر لئے گئے، کھانا کھلایا۔ دوسرے دن انہوں نے پھر چکر کاٹنے شروع کر دیئے۔ حضرت علیؓ نے پھر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ یہاں کس طرح پھر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ابھی کام ہؤا نہیں اس لئے ادھر ادھر پھر رہا ہوں۔ خیر حضرت علیؓ پھر شام کو انہیں اپنے ہمراہ لے گئے اور کھانا کھلایا۔ تیسرے دن انہوں نے پھر دیکھا کہ وہ بدستور ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ آخر حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ مَیں آپ کا میزبان رہا ہوں اور میزبان کا بھی مہمان پر کسی قدر حق ہوتا ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کو یہاں کیا کام ہے اور آپ کیوں ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا بات تو مخفی ہے مگر آپ پر اعتبار کر کے بتا دیتا ہوں کہ مَیں نے سنا ہے یہاں کوئی شخص ہے جس نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے لوگ اسے پاگل کہتے ہیں۔ میرے دل میں یہ بات سنتے ہی خیال آیا کہ جب تک اس بات کی تصدیق نہ کر لی جائے کہ وہ پاگل ہے یا نہیں ہے اس وقت تک اسے جھوٹا کہنا جائز نہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میری اس سے ملاقات ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تم نے پہلے دن ہی یہ کیوں نہ بتا دیا۔ میں تو انہی کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ اب چلو میں تمہیں وہاں لے چلتا ہوں۔ مگر ان دنوں مکہ میں اس قدر شدید مخالفت تھی کہ حضرت علیؓ نے سمجھا اگر لوگوں نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا تو انہیں ضرور شبہ گزرے گا اور وہ اسے تکلیف پہنچائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں آگے آگے چلتا ہوں تم کچھ فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے رہنا۔ اگر راستہ میں مجھے کوئی شدید مخالف نظر آیا تو مَیں کسی اور کام میں مشغول ہو جاؤں گا اور تم کسی اور کام میں مشغول ہو جانا تا اسے یہ خیال ہی نہ آئے کہ مَیں تمہیں رسول کریم ﷺ

کی طرف لے جا رہا ہوں۔ آخر وہ اس گھر میں پہنچے جہاں رسول کریم ﷺ مقیم تھے اور جو تبلیغِ اسلام کا ان دنوں مرکز تھا۔ ابوذرؓ نے اپنے آنے کا سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ آپ اپنا دعویٰ بتائیں۔ رسول کریم ﷺ نے مختصراً اپنا دعویٰ بیان کیا اور قرآن کریم کی چند آیات سنائیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میری تسلی ہو گئی ہے اور یہ کہتے ہوئے وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ میرے علاقہ میں کوئی بھی مسلمان نہیں۔ یہاں تو پھر بھی دس بیس مسلمان ہیں مگر وہ تو بالکل بدوی ہیں۔ انہیں جب یہ معلوم ہو گا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ ضرور شور مچائیں گے۔ اس لئے اگر اجازت ہو تو کچھ عرصہ کے لئے میں اپنے اسلام کو چھپا لوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اچھا اجازت ہے۔ بیعت کرنے اور اسلام کو چھپانے کی اجازت لے کر وہ باہر آئے اور خانہ کعبہ کے طواف کے لئے گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ صحنِ کعبہ میں رؤسائے قریش کی ایک مجلس لگی ہوئی ہے اور رسول کریم ﷺ کو بڑے بڑے تبرّے اور گالیاں دی جا رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ یہ بڑا عقلمند پیدا ہو گیا ہے جو کہتا ہے کہ ہمارے معبود جھوٹے ہیں۔ گویا ہمارے باپ دادے سب جھوٹے تھے اور یہ شخص سچا ہے۔ جب ان کے کان میں یہ آوازیں پڑیں تو باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ سے وہ یہ اجازت لے کر آئے تھے کہ میں اپنے قبولِ اسلام کا اعلان نہیں کروں گا بلکہ اس بات کو چھپائے رکھوں گا تا کہ لوگ مخالفت نہ کریں۔ جب انہوں نے اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین ہوتی دیکھی تو ان کی برداشت کی طاقت جاتی رہی اور انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ کفار یہ سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسی خطرناک گستاخی ہے کہ عین اس وقت جب ہم تردید کر رہے ہیں یہ باہر کا رہنے والا ہمارے خلاف کھڑا ہو گیا اور اس نے ہمارے شہر میں فساد پیدا کرنا چاہا ہے۔ اس پر کچھ نوجوان کھڑے ہو گئے اور انہوں نے انہیں پکڑ کر خوب مارا۔ وہ ابھی مار ہی رہے تھے کہ حضرت عباسؓ آ گئے۔ حضرت عباس ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور ان کی عمر ابھی چھوٹی ہی تھی۔ گو رسول کریم ﷺ سے ایک سال بڑے تھے یعنی رسول کریم ﷺ کی عمر اُس وقت 42 سال تھی اور آپ کی 43 سال مگر ان کی عقل کا سکّہ لوگوں کے قلوب پر بیٹھا ہوا تھا اور مکہ کے

بڑے بڑے لوگ بھی یہ سمجھتے تھے کہ ان کی بات معقول ہوتی ہے۔ انہوں نے سمجھایا کہ تمہیں پتہ نہیں مکہ میں جتنا غلہ آتا ہے سب اس کے علاقہ میں سے گزر کر آتا ہے۔ اگر اس کے قبیلے والوں کو معلوم ہوا کہ مکہ کے آدمیوں نے اسے مارا ہے تو وہ اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور غلے کو روک لیں گے۔ پھر تم کھاؤ گے کہاں سے؟ اس پر انہوں نے ابوذرؓ کو چھوڑ دیا مگر دوسرے دن انہوں نے پھر قریشِ مکہ کو اسلام اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو پھر بلند آواز سے کلمۂ توحید پڑھ دیا اور پھر نوجوان انہیں مارنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس پر پھر حضرت عباسؓ نے ہی ان کو چُھڑایا۔ غرض اسی طرح مسلسل تین دن ہوتا رہا۔ اس کے بعد اسلام کو چھپانے کا کوئی سوال ہی نہ رہا۔ ابوذرؓ اسلام کے لئے ایک ننگی تلوار بن گیا اور پھر یہ تلوار موت تک میان میں نہیں گئی۔ ان کی طبیعت بعد میں بھی ایسی جوشیلی رہی کہ ذراسی بات بھی اگر وہ ناپسند دیکھتے تو فوراً شور مچا دیا کرتے تھے۔ 2

اب دیکھو ایک تو وہ شخص تھا جس نے منزلوں دور یہ اُڑتی ہوئی خبر سنی کہ ایک پاگل ہے جس نے مکہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے اور وہ یہ سنتے ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا اور اس نے سمجھا کہ خدا کی طرف اپنے دعوے کو منسوب کرنے والے کی بات ضرور سننی چاہیئے۔ مگر خود مکہ میں رہنے والے محروم رہے۔ بہت تھے جو دو دو سال نہیں، چار چار سال نہیں، آٹھ آٹھ سال نہیں، بارہ بارہ سال نہیں، بیس بیس، اکیس اکیس سال تک مخالف رہے اور پھر یا تو تباہ ہو گئے یا بہت بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ تو متواتر ربع صدی یا خمس صدی کے قریب انہوں نے مخالفتیں کیں اور ان کو رسول کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرب کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی اور جن کے دلوں پر مہر لگ جائے خدا انہیں اپنی برکات سے حصہ نہیں دیتا۔ یہ مُہر علیٰ قدرِ مراتب لگتی ہے۔ یہ نہیں کہ کفر کی وجہ سے لگے بلکہ جس طرح کفر کی شدت کی وجہ سے انسانی قلب پر مُہر لگتی ہے اسی طرح کبھی ایمان کی قلت کی وجہ سے انسانی قلب پر مُہر لگ جاتی ہے اور یہ مُہر انسان کو اعلیٰ نیکی سے محروم کر دیتی ہے۔

تو جن لوگوں کو اس تحریک میں اب تک حصہ لینے کا موقع نہیں ملا خواہ کسی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں حصہ لینے سے محروم رکھا ہے اور خواہ سستی اور غفلت کی

وجہ سے باوجود توفیق کے انہوں نے اس میں حصہ لینا ضروری نہیں سمجھا۔ انہیں اس کے متعلق اب کچھ کہنا فضول ہے۔ اور جن کو اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق ہی نہیں وہ معذور ہیں۔ اور انہیں بھی کچھ کہنا لاحاصل ہے۔ اگر وہ اس تحریک میں شامل ہونے کی سچی خواہش اور تڑپ رکھتے ہیں مگر غربت اور مالی تنگی کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکتے تو خدا تعالیٰ کے حضور بھی اور اس کے سمجھ دار بندوں کے نزدیک بھی وہ انہی لوگوں میں شامل ہیں جو باقاعدہ چندہ دیتے ہیں کیونکہ گو انہیں توفیق نہیں کہ وہ اس میں حصہ لے سکیں مگر ان کے دل اپنی اس محرومی پر دُکھتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ کاش ان کے پاس روپیہ ہوتا اور وہ بھی اس تحریک میں شامل ہوتے۔

پس چونکہ خدا جانتا ہے کہ وہ بہانہ نہیں بنا رہے بلکہ محض غربت کی وجہ سے اس میں حصہ نہیں لے سکے اور ان کے دل اپنی اس محرومی پر دکھ رہے ہیں۔ اس لئے خدا انہیں انہی لوگوں میں شامل کرے گا جنہوں نے اس میں حصہ لیا۔ وہ ایسا نہیں کہ محض اس وجہ سے کہ کسی شخص نے عملاً حصہ نہیں لیا اسے ثواب سے محروم کر دے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب قلب کی حالت پر آتا ہے ظاہری فعل پر نہیں آتا۔ ظاہری فعل تو محض ایک دلیل ہوتا ہے جیسے آگ جب جل رہی ہو تو اس میں سے دھواں نکلتا ہے۔ یہ دھواں اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ آگ جل رہی ہے۔ اگر دھویں کے بغیر بھی آگ ہو سکتی تو ہم دھوئیں کو نہ دیکھتے بلکہ محض آگ کو دیکھتے۔ اسی طرح عمل بغیر ایمان کے نہیں ہو سکتا۔ ایمان کا دھواں عمل ہے اور جب یہ دھواں اٹھ رہا ہو تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ایمان کی آگ فلاں شخص کے دل میں موجود ہے اور جب یہ دھواں نہیں اٹھتا تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ایمان کی آگ فلاں شخص کے قلب میں نہیں۔ اسی کی طرف شاید قرآن کریم میں ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ [3] کہ عمل صالح ایمان کو بلند کرتا ہے اور عمل صالح سے ہی کسی کے ایمان کا پتہ لگتا ہے۔ جس طرح دھوئیں سے آگ کا پتہ لگتا ہے۔

تو ایسے لوگ جن کو اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق نہیں مگر ان کے دل میں بار بار درد اٹھتا ہے اور انہیں اس بات پر افسوس آتا ہے کہ دوسرے لوگ تو حصہ لے رہے ہیں مگر وہ

اپنی غربت کی وجہ سے اس ثواب میں شریک نہیں ہو سکے اور کم از کم وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے خدا! گو تُو نے ہمیں اس میں شامل ہونے کی توفیق نہیں بخشی مگر ہمارے دل اس درد سے بھرے ہوئے ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ تُو اس تحریک میں برکت ڈال اور اس میں حصہ لینے والوں کو ان کے مقاصد میں کامیاب کر۔ تو ایسے لوگوں کو خدا علیحدہ نہیں رکھ سکتا بلکہ انہی لوگوں میں ان کو شامل کرے گا جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ اور ہر شخص اپنے اپنے درد اور کرب کے درجہ کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرے گا۔ مثلاً ایک شخص نے اس تحریک میں پانچ روپے دیئے ہیں، دوسرے نے دس، تیسرے نے بیس اور چوتھے نے سو۔ پھر کسی نے دو سو روپے دیئے ہیں اور کسی نے پانچ سو۔ اور فرض کرو کہ سب کی مالی حالت یکساں تھی تو ان سب کو ان کے چندہ کی نسبت سے ثواب ملے گا۔ یعنی جس نے پانچ روپے دیئے ہیں اسے جو ثواب ملے گا اس سے دوگنا ثواب دس روپے دینے والے کو ملے گا اور دس روپے دینے والے کو جو ثواب ملے گا اس سے دوگنا ثواب بیس روپے دینے والے کو ملے گا۔ اور بیس روپے دینے والے سے بہت زیادہ ثواب سو یا دو سو یا پانچ سو روپے دینے والے کو ملے گا۔ مگر وہ جو ظاہری طور پر چندہ میں حصہ نہ لینے کے باوجود اس لسٹ میں آ جائیں گے جو چندہ میں حصہ لینے والوں کی خدا تعالیٰ کے حضور تیار ہو گی انہیں ان کا ثواب ان کے دکھ اور ان کے کرب کے مطابق ملے گا۔ جسے دکھ کم ہو گا اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا مثلاً پانچ روپے دینے والے کو ملے گا اور جس کے دل میں اس سے زیادہ درد ہوُا اسے وہ ثواب ملے گا جو مثلاً دس روپے دینے والے کو ملے گا اور جس کے دل میں اس سے بھی زیادہ درد ہوُا اور اسے اس غم نے نڈھال کر دیا کہ کیوں وہ اس تحریک میں شامل نہیں ہو سکا اسے مثلاً پچاس یا سو یا دو سو روپے چندہ دینے والے کے برابر ثواب مل جائے گا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے جو انسان اپنے قلب میں بہت زیادہ سوزش اور جلن محسوس کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اس تحریک کی کامیابی کے متعلق متواتر دعائیں کرتا رہے گا خدا تعالیٰ اسے ان لوگوں میں شامل کرے گا جنہوں نے اس کے دین کے لئے اعلیٰ درجہ کی قربانیاں کیں۔ تو بندوں کی لسٹ اور ہے اور خدا تعالیٰ کی لسٹ اور۔ خدا تعالیٰ کی لسٹ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے عملاً اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا مگر ان کے

دل اس درد سے بھرے ہوئے ہیں کہ کاش ان کے پاس روپیہ ہوتا اور کاش وہ بھی کچھ مالی قربانی کر سکتے۔ پس ایسے لوگوں کو بھی تحریک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ نہ انہیں توفیق ہے کہ وہ اس میں حصہ لیں اور نہ ہی وہ عذر کر رہے ہیں۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو چھ سال سے باقاعدہ چندے دے رہا ہے۔ اس گروہ میں شامل ہونے والوں کو بھی درحقیقت کسی خاص تحریک کی ضرورت نہیں کیونکہ چھ سال گزر چکے اور ساتواں سال شروع ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں کوئی نادان ہی ہوگا جو کمند کو اس وقت توڑ دے جب دو چار ہاتھ لبِ بام رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا 4 کہ تم اس عورت کی طرح مت بنو جو سوت کو کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ تم ایسا نہ کرو کہ ایک نیک کام شروع کرو مگر پیشتر اس کے کہ وہ ختم ہو اُسے چھوڑ دو۔ پس ایسے لوگوں کو بھی میرے نزدیک چنداں تحریک کی ضرورت نہیں۔ وہ پہلے اس میں شامل ہو چکے ہیں اور میرے کہنے سے زیادہ ان کے گزشتہ چھ سال انہیں دھکے دے کر اس تحریک میں شامل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور جس کے دل میں کسی قسم کی قبض ہوگی اسے بھی اس کے پچھلے چھ سال تحریک کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ کیا اگلے چار سالوں کی خاطر تم ہمیں بھی برباد کرنے لگے ہو۔ وہ چھ سال اسے کہیں گے کہ تمہارے لئے رکنے کا موقع تھا پہلا سال۔ تمہارے لئے رکنے کا موقع تھا دوسرا سال۔ تمہارے لئے رکنے کا موقع تھا تیسرا سال۔ تمہارے لئے رکنے کا موقع تھا چوتھا سال۔ تمہارے لئے رکنے کا موقع تھا پانچواں سال مگر جب تم پانچویں سال میں آئے تو تم نے نصف منزل میں اپنا قدم رکھ دیا اور جب چھٹے میں شامل ہوئے تو تم اس منزل کے دوسرے نصف میں داخل ہو گئے۔ اب تمہارے لئے رکنے کا کون سا موقع ہے اور اگر رُکو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اگلے چار سال کی خاطر ہمیں بھی برباد کرنا چاہتے ہو۔ تو مجھ سے زیادہ ان کے پچھلے سال انہیں تحریک کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے وہ بھی اس بات کے زیادہ محتاج نہیں کہ انہیں اس کی تحریک کی جائے۔

البتہ ایک گروہ ایسا ہے جو تحریک کا محتاج ہے اور اس گروہ میں وہ بچے شامل ہیں جو

پہلے نابالغ تھے مگر اب بلوغت کو پہنچ گئے ہیں۔ یا وہ طالب علم شامل ہیں جو پہلے برسرِ کار نہیں تھے مگر اب تعلیم ختم کر کے کہیں ملازم ہو چکے یا کوئی اور کام شروع کر چکے ہیں۔ یا وہ لوگ شامل ہیں جن کے پاس پہلے مال نہیں تھا مگر اب خدا نے انہیں مال دے دیا ہے۔ یا وہ لوگ شامل ہیں جو پہلے مقروض ہونے کی وجہ سے اس تحریک میں حصہ نہیں لے سکے مگر اب قرض اُتار چکے اور اس قابل ہو چکے ہیں کہ اس تحریک میں حصہ لے سکیں۔ یا وہ لوگ ہیں جو پہلے احمدی نہ تھے مگر اب احمدی ہو گئے ہیں۔ غرض اس قسم کے لوگ جو پہلے معذور تھے مگر اب ان کی معذوری دور ہو چکی ہے یا پہلے بے سامان تھے مگر اب خدا تعالیٰ نے انہیں باسامان کر دیا ہے۔ صرف وہ کسی نئی تحریک کے محتاج ہیں اور میں آج انہی کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ وہ اب پچھلا سفر طے کر کے ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اگر اس وقت وہ شامل ہو جائیں تو گزشتہ چھ سال کا بقایا انہیں ادا کرنا پڑے گا لیکن اگر اب بھی وہ اس میں شامل نہ ہوئے تو ان کے لئے اس میں شمولیت اور بھی کٹھن ہو جائے گی۔ پس وہ آج ہی اس تحریک میں شامل ہو جائیں تا پچھلے سفر کو بھی وہ طے کر سکیں ورنہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ان کا بوجھ بڑھتا جائے گا۔ اور پھر مجاہدین کے اس سفر میں ان کا شامل ہونا مشکل ہو جائے گا۔

رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب تبوک کی طرف کُوچ کیا تو بعض مسلمان اس خیال سے پیچھے رہ گئے تھے کہ بعد میں تیاری کر کے لشکر سے جا ملیں گے۔ انہی لوگوں میں سے ابو خیثمہ نامی صحابی بھی تھے۔ یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ (بعض روایت میں ہے کہ مدینہ میں ہی تھے اور اس خیال میں تھے کہ بعد میں جا کر مل جاؤں گا) جب واپس گھر پہنچے تو داخل ہوتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چلے گئے ہیں یا ابھی نہیں گئے؟ بعض دفعہ عورت کا دل مرد کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے اور اس کی محبت و موانست کے جذبات جوش میں ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ مرد اس کے پاس بیٹھے اور اس سے باتیں کرے۔ اس نے بھی نہا دھو کر بناؤ سنگھار کیا ہؤا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ ابو خیثمہ اس سے باتیں کریں۔ چنانچہ جب انہوں نے پوچھا کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جہاد کے لئے تشریف لے گئے ہیں یا نہیں تو اس نے عورتوں والی چال چلنی شروع کر دی اور پاس بیٹھ کر محبت کا اظہار کرنے لگ گئی اور کہنے لگی پہلے کچھ باتیں

تو کرلو۔ انہوں نے کہا باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی پہلے یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ چلے تو نہیں گئے۔ وہ پھر باتوں میں مشغول کرنے لگی مگر انہوں نے اصرار کیا کہ پہلے رسول کریم ﷺ کا حال بتاؤ۔ آخر اس نے بتایا کہ آپ کل لشکر سمیت چلے گئے ہیں۔ ابو خیثمہ نے جب یہ سنا تو کہا ہمارے لئے شرم کا مقام ہے کہ خدا کا رسول تو دھوپ میں سفر کر رہا ہو اور میں اپنی بیوی کے پاس آرام سے بیٹھا باتیں کر رہا ہوں۔ یہ کہتے ہی انہوں نے گھوڑے پر زین ڈالی اور چل پڑے۔ رسول کریم ﷺ کو بھی اپنے ساتھیوں کے اخلاص اور ان کی محبت کا پتہ تھا۔ آپ کے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ ابو خیثمہ نہیں آیا۔ وہ بڑا مخلص آدمی ہے۔ معلوم نہیں اس کے آنے میں کیا روک حائل ہو گئی۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ آپ تھوڑی دور تک چلتے اور پھر مڑ کر دیکھتے اور فرماتے ابو خیثمہؓ نہیں آیا۔ پھر کچھ سفر طے کرتے تو پیچھے کی طرف مُنہ موڑ کر دیکھتے اور ذرا بھی گرد وغبار اڑتی نظر آتی تو فرماتے ابو خیثمہ نہیں آیا۔ اس جنگ میں رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو قیصر جو عیسائی بادشاہ تھا اس کے مقابلہ میں جانا تھا۔ اور رسول کریم ﷺ جلد جلد منزلیں طے کرتے ہوئے جا رہے تھے تا عیسائی لشکر کو تیاری کرنے کا موقع نہ مل جائے اور ابو خیثمہؓ چونکہ چوبیس گھنٹے پیچھے رہ گئے تھے اس لئے ان کا لشکر کے ساتھ جلد آ ملنا مشکل تھا۔ وہ اپنی سواری کو ایڑیاں مارتے ہوئے تیزی کے ساتھ سفر طے کر رہے تھے۔ آخر تیسرے دن اسلامی لشکر کو دور سے گرد اُڑتی دکھائی دی اور انہوں نے کہا کہ گرد اُڑتی نظر آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی سوار آ رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃ یعنی تُو ابو خیثمہ ہو جا۔ یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ کسی انسان کی شکل بدل جائے اور وہ ہو تو کوئی اور مگر اس کی شکل کسی اور انسان کی طرح ہو جائے۔ بلکہ اس محاورہ کے معنے یہ تھے کہ کاش یہ آنے والا ابو خیثمہؓ ہو۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ابو خیثمہ دوڑے چلے آتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ابو خیثمہ آخر تم آ ہی ملے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پیچھے رہ سکتا تھا؟ میں باہر گیا ہوًا تھا۔ جب واپس آیا اور مجھے پتہ لگا کہ آپ چلے گئے ہیں تو میں اسی وقت سوار ہو کر چل پڑا اور منزلیں مارتا ہوًا یہاں پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں اکیلے سفر کرنا نہایت خطرناک ہوًا کرتا تھا مگر انہوں نے اس بات کی کوئی

پرواہ نہ کی اور اس عشق کی وجہ سے جو انہیں رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ذات سے تھا منزلیں طے کرتے ہوئے لشکر سے آملے۔ 5 اسی طرح مدینہ میں کچھ اور لوگ بھی تھے جو اس خیال میں رہے کہ آج نہیں تو کل چل پڑیں گے۔ کل خیال کر لیا کہ پرسوں روانہ ہو جائیں گے۔ آخر جب تین دن گزر گئے تو انہوں نے خیال کیا کہ اب اتنا لمبا سفر ہم سے کہاں طے ہو سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس جہاد میں شامل ہونے سے محروم رہ گئے۔ 6 تو وقت کو ضائع کرنا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔ ہمارے سامنے بھی اس وقت تحریک جدید کا ایک جہاد ہے جس کا سفر دس منزلوں پر مشتمل ہے۔ ان دس منزلوں میں سے چھ منزلیں طے ہو چکی ہیں اور صرف چار منزلیں باقی رہتی ہیں۔ جو لوگ اب تک اس میں شامل نہیں ہوئے ان کے لئے بے شک چھ منزلیں اکٹھی طے کرنا مشکل ہے مگر سات منزلیں اکٹھی طے کرنا ان کے لئے اور بھی مشکل ہو گا۔ اور آٹھ یا نو یا دس منزلیں اکٹھی طے کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہو گا۔ بے شک جنہوں نے یہ سفر پہلے طے نہیں کیا ان پر اب ان منزلوں کو یکدم طے کرنا گراں گزرے گا مگر انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر اس وقت انہوں نے اس بوجھ کو برداشت نہ کیا تو یہ گرانی سال بسال بڑھتی چلی جائے گی۔

پس میں ان نوجوانوں کو جو اس سال کے دوران میں برسرکار ہوئے ہیں یا ان غرباء کو جنہیں خدا تعالیٰ نے اب وسعت دے دی ہے یا ان لڑکوں کو جو پہلے بالکل چھوٹے تھے مگر اب وہ بڑے ہو گئے ہیں اور انہیں اس تحریک کی اہمیت کا علم ہو گیا ہے یا انہیں اپنے ماں باپ کی جائداد میں سے کوئی حصہ مل گیا ہے یا ان لوگوں کو جو پہلے احمدی نہیں تھے مگر اس عرصہ میں وہ احمدی ہو گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انہیں اس تحریک میں شامل ہونے کی توفیق بھی ہے توجہ دلاتا ہوں کہ منزل قریب آرہی ہے، سفر خاتمہ کے قریب پہنچ گیا ہے اور چوٹی پر پہنچ کر اب مجاہدین کا لشکر نیچے اتر رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ منزل ختم ہو جائے اور تمہارے لئے حسرت کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔

مَیں اس امر کی طرف بھی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بارہا کہا ہے ہر مومن اور مخلص کو چاہیئے کہ وہ اپنی توفیق کے مطابق ہر سال

پہلے سال سے زیادہ چندہ دے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ پہلے سال سے بڑھ کر چندہ دینے کے یہ معنے نہیں کہ انسان پانچ یا دس یا بیس یا سو روپے زیادہ دے بلکہ زیادتی ہر شخص کی مالی حیثیت پر منحصر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے سابقہ چندے پر ایک پیسہ بھی بڑھاتا ہے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اضافہ ہی ہے۔ اس لئے اپنے چندے بڑھانے میں سستی سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا چندہ پہلے سالوں سے بڑھ کر رہے۔ خدا تعالیٰ کو اس سے غرض نہیں کہ کسی کا اضافہ تھوڑا ہے یا بہت۔ بلکہ جو بھی اپنے چندے پر اضافہ کرتا ہے خواہ وہ کیسا ہی قلیل کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سابقون کے زمرہ میں لکھا جاتا ہے۔ اور جبکہ یہ امتیاز اور فخر ایک پیسہ یا دھیلہ کی زیادتی سے بھی تمہیں حاصل ہو سکتا ہے تو کیسا نادان وہ شخص ہے جو اتنا اضافہ بھی نہ کرے اور اس طرح سابقون میں شامل ہونے سے محروم رہے۔ وہ شخص جو پانچ یا دس روپے چندہ دیتا ہے اس کے لئے ایک پیسہ کی زیادتی ایسی نہیں ہو سکتی جس کے متعلق وہ یہ کہہ سکے کہ وہ یہ اضافہ نہیں کر سکتا۔ غرباء بھی اگر چاہیں تو ایک پیسہ دے کر سابقون میں شامل ہو سکتے ہیں۔

پس جماعت کے ہر دوست کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ تحریک جدید میں حصہ لے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر سال کا چندہ پہلے سال سے بڑھ کر ہو خواہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ اضافہ کیا جائے تا کہ ہماری جماعت میں کوئی بھی شخص ایسا نہ رہے جو سباق سے محروم ہو۔ وہ غرباء جو پانچ روپیہ چندہ دینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے ان کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ اگر ان کا دل دردمند ہے اور وہ یہ تڑپ رکھتے ہیں کہ کاش ان کے پاس روپیہ ہوتا اور وہ اس میں شریک ہو سکتے تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور چندہ دہندگان میں ہی شامل ہیں۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم سے ایک روپیہ لے لیا جائے اور ہمیں اس تحریک میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ اگر ان کے دل میں واقع میں یہ تڑپ موجود ہے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پہلے ہی اس تحریک میں شامل ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ یہ روپیہ کسی اور نیک کام پہ صرف کر دیں اور اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ انہیں ایسا ہی ثواب دے گا جیسے ان لوگوں کو دے گا جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ اگر بالفرض وہ ایک روپیہ دے کر اس تحریک میں شامل

بھی ہو جائیں تو انہیں ثواب تو ایک روپیہ کا ہی ملے گا لیکن اگر وہ غربت کی وجہ سے اس تحریک میں حصہ نہیں لیں گے مگر ان کے دل تڑپ رہے ہوں گے کہ کاش ان کے پاس روپیہ ہوتا اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح اس میں حصہ لیتے تو اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علیٰ قدر مراتب انہیں ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے تحریک جدید میں اور حصہ لینے والوں کو ملے گا۔ اور مزید برآں وہ اس ایک روپیہ کو نیکی کے کسی اور کام میں صرف کر کے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ ثواب حاصل کر سکیں گے۔ پس انہیں اس تحریک سے اپنے آپ کو مستثنیٰ سمجھنا چاہیئے۔ باقی ہر ایک دوست کو چاہیئے کہ وہ اضافہ کے ساتھ اپنا چندہ لکھوائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس نے گزشتہ سال پانچ روپیہ کا وعدہ کیا تھا وہ اب چھ روپیہ کا وعدہ لکھوائے بلکہ وہ ایک پیسہ اور ایک آنہ دے کر بھی سابقون میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور جبکہ مَیں نے سابقون میں شامل ہونے کا راستہ ہر ایک کے لئے کھول دیا ہے اور مَیں نے اجازت دی ہوئی ہے کہ قلیل سے قلیل ایزادی سے بھی انسان سابقون کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ تو اس اجازت کے بعد کوئی ایسا شخص ہی سابقون کے ثواب سے محروم رہ سکتا ہے جسے یا تو اس بات کا علم نہ ہو اور یا اس کے دل میں سابقون کے زمرہ میں شامل ہونے کی کوئی قدر نہ ہو۔

پس ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے پچھلے سال کے چندہ پر حسب توفیق دھیلہ، پیسہ، دو پیسے، آنہ، دو آنے یا اس سے زیادہ رقم بڑھا دے تا کہ وہ سابقون میں شامل ہو جائے اور اس کی ہر منزل پہلی منزل سے زیادہ بہتر ہو۔ پھر ایک اور ذریعہ بھی سابقون میں شامل ہونے کا ہے اور وہ یہ کہ اسلامی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ تو انفرادی زندگی کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ جماعتی زندگی کہلاتا ہے۔ پس میرے نزدیک نہ صرف افراد کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ان کا چندہ پہلے سال سے زیادہ ہو بلکہ جماعتوں کو بھی یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ان کے وعدوں کی لسٹیں افراد کے لحاظ سے بھی اور وعدوں کے لحاظ سے بھی پہلے سالوں سے بڑھ کر ہوں۔

درحقیقت قومی عزت بھی عزت ہی ہوتی ہے بلکہ اگر ہم غور کریں تو وہ بعض دفعہ ذاتی عزت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ مثلاً زید قادیان کا باشندہ اگر اپنے وعدہ کی تمام شرائط کو پورا

کر دیتا اور سابقون کے زمرہ میں آجاتا ہے لیکن قادیان کی جماعت پھسڈّی رہ جاتی ہے تو زید کو بھی اس داغ میں سے کچھ حصہ ملے گا۔ اسی طرح فرض کرو کہ بکر لاہور میں چندہ دینے میں خوب چُست ہے اور وہ ہمیشہ اضافہ کے ساتھ وعدہ کرتا اور وقت کے اندر اسے پورا کرتا ہے لیکن لاہور کی جماعت چندہ میں پیچھے رہ جاتی ہے تو لاہور کی جماعت کو جو داغ لگے گا وہ اس کو بھی لگے گا۔ باوجود اس بات کے کہ ذاتی طور پر وہ چندہ میں سب سے آگے ہو گا۔ تو جماعتی لحاظ سے بھی سابقون میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وعدہ کرنے والے افراد کی تعداد پہلے سال سے زیادہ ہو۔ اسی طرح ان کی موعودہ رقوم بھی گزشتہ سال سے اضافہ کے ساتھ ہوں۔ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں بے شک یہ مشکل پیش آسکتی ہے کہ افراد کے لحاظ سے ان میں کوئی خاص زیادتی نہیں ہو سکتی۔ کسی جگہ اگر ایک سال پانچ سات احمدی ہیں تو دوسرے سال بھی پانچ سات احمدی ہی ہوں گے مگر بڑی بڑی جماعتوں میں مقابلہ کا راستہ کھلا ہے۔ اس سے ان کی عزت بہت بڑھ سکتی ہے اور اس مقابلہ سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سی جماعتیں پیچھے رہی ہیں۔ جب یہ فہرستیں کتابی صورت میں شائع ہو جائیں گی تو اس وقت ہر ایک کے لئے تمام فہرست کا پڑھنا سخت مشکل ہو گا۔ لیکن یہ بات آسانی سے دیکھی جاسکے گی کہ کون سی جماعت چندوں میں بڑھ کر رہی اور کون سی جماعت پیچھے رہی۔ اور چونکہ اس بات کا معلوم کرنا آسان ہو گا اس لئے جو جماعتیں چندہ میں بڑھ کر رہیں گی ان کے لئے سینکڑوں سال دعائیں ہوتی چلی جائیں گی اور خدا سے جو انہیں ثواب ملے گا وہ الگ ہو گا۔ گویا خدا کے ثواب کے بعد ایسی جماعتیں بندوں کی دعاؤں سے بھی سینکڑوں ہزاروں سال تک حصہ لیتی چلی جائیں گی۔ اس فہرست میں کم و بیش پانچ ہزار نام ہوں گے اور پانچ ہزار نام پڑھنا آسان کام نہیں لیکن اتنی بات ہر کوئی پڑھ لے گا کہ فلاں فلاں جماعتیں اس چندہ میں اول رہی ہیں۔ پس جماعتی لحاظ سے بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ افراد اور وعدوں کے لحاظ سے لسٹیں گزشتہ سال سے بڑھ کر رہیں تاکہ اس حصۂ ثواب میں وہ دوسروں سے بڑھ جائیں۔

مَیں اس موقع پر ایک دفعہ پھر ان لوگوں کو جنہوں نے ادائیگی چندہ کا اقرار کیا ہؤا ہے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بغیر کسی کی تحریک کے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی فکر رکھا کریں۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سال کے آغاز میں پہلے تین چار ماہ تو دوستوں کی توجہ اس چندہ کی طرف رہی مگر پھر ان پر غفلت طاری ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ گزشتہ سال کے مقابلہ میں 25 ہزار کے قریب چندہ میں کمی آگئی۔ اس کے بعد مَیں نے پھر توجہ دلائی تو دوستوں میں بیداری پیدا ہوئی مگر ستمبر کا مہینہ ختم ہونے پر دس پندرہ دن کے اندر اندر پانچ سات ہزار کی پھر کمی ہو گئی۔ اس کے بعد پھر توجہ دلائی گئی تو اب یہ حالت ہے کہ آمد قریباً قریباً گزشتہ سال کے برابر ہے۔ صرف کسی دن کی وصولی پچھلے سال سے کم ہو جاتی ہے اور کسی دن کی وصولی پچھلے سال سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ طریق بھی انسان کے لئے ثواب کی کمی کا موجب ہوتا ہے اور یوں بھی یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ انسان اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ بھی دے اور پھر ذرا سی غفلت سے اس کے ثواب میں کمی آ جائے اور اس کی سستی سلسلہ کے لئے پریشانی کا موجب بن جائے۔ پس ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وعدہ کے بعد جلد سے جلد اپنے وعدے کو پورا کر دے۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے ذمہ گزشتہ سالوں کا بقایا رہتا ہے انہیں بھی اپنے بقائے صاف کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ مَیں نے بار بار کہا ہے کہ اگر وہ چندہ نہیں دے سکتے تو مجھ سے معافی لے لیں اور اگر دے سکتے ہیں تو جلد سے جلد دینے کا انتظام کریں۔ وہ شخص جو چندہ دینے کی طاقت تو نہیں رکھتا مگر معافی بھی نہیں مانگتا وہ متکبر ہے کیونکہ وہ دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ اس نے چندہ دینے کا وعدہ کیا ہؤا ہے اور وہ اسے ادا کر دے گا مگر حالت یہ ہے کہ وہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا ادا کرنا چاہتا نہیں اور پھر ریاء اس پر اس قدر غالب ہے کہ معافی بھی نہیں مانگتا۔ پس وہ متکبر ہے اور وہ جو توفیق کے باوجود ادا نہیں کرتا نادہند ہے۔ اسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا کہ اس تحریک میں اپنا وعدہ لکھوائے۔ سوائے ایسی تحریک کے جیسے ایک مومن دوسرے مومن کو کرتا ہے۔ پس اس تحریک میں شامل ہونا اس کی خوشی پر منحصر تھا اور جبکہ اس نے طوعی طور پر چندہ لکھوایا تو یہ نہایت ہی قابلِ شرم بات ہے کہ ایک انسان وعدہ تو اپنی مرضی اور خوشی سے کرے مگر اسے پورا نہ کرے۔

پس مَیں ان تمام لوگوں کو جن کے ذمہ گزشتہ سالوں کے بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنے بقائے پورے کریں تاکہ ثواب کی جگہ انہیں عذاب نہ ملے۔ اس وقت

ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے بقائے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ گزشتہ پانچ سال کے بقائے تیس ہزار کے قریب ہوں گے اور یہ وہ بقائے ہیں جن کی ادائیگی کا دوستوں نے وعدہ کیا ہوُا ہے۔ پس اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ اور بقایوں کو جلد سے جلد صاف کریں۔ وعدہ بڑی قیمتی چیز ہوتا ہے اور پھر مومن کا وعدہ تو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مومن کہلا کر بھی اپنا وعدہ پورا نہ کرے تو اس کا ایمان اسے کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ وعدہ تو ایسی چیز ہے کہ بسا اوقات کافر بھی اسے پورا کرنے کا فکر رکھتا ہے اور جبکہ کافر بھی وعدہ کو پورا کیا کرتا ہے تو مومن کو خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کا قدم کم سے کم کافر سے نیچے تو نہ پڑے۔ عرب میں وعدوں کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں تو مسلمان کہلانے والے چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو دوسروں کا نقصان ہو۔ انہیں نہ اپنے وعدوں کا خیال ہوتا ہے نہ لین دین کا احساس ہوتا ہے۔ مگر اہلِ عرب میں وعدوں کو پورا کرنے کا اتنا احساس تھا کہ باوجود کفر کے وہ اپنے وعدوں کو پورا کر کے دکھا دیتے تھے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دفعہ خبر پہنچی کہ ایرانی فوجوں سے رومی فوج شکست کھا گئی ہے۔ مکہ والے چونکہ مشرک تھے اور ایران والے بھی مشرک تھے۔ اس لئے مکہ کے بت پرست اس سے بہت خوش ہوئے۔ مشرک تو عیسائی بھی تھے مگر وہ چونکہ مسلم اہل کتاب تھے اس لئے مکہ والوں نے شور مچا دیا کہ یہ محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) جو عیسیٰ کو مانتا ہے اس کا تعلق عیسائیوں سے ہے اور ہمارا تعلق ایرانیوں سے ہے۔ اس جنگ میں چونکہ ایرانیوں کو فتح ہوئی ہے اور رومی شکست کھا گئے ہیں اس لئے یہ ہمارے لئے ایک نیک فال ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بھی فتح پائیں گے اور مسلمان ہمارے مقابلہ میں شکست کھا جائیں گے۔ غرض مکہ میں ایک شور برپا ہو گیا کہ چونکہ ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دے دی ہے اس لئے اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کو شکست دے دی۔ جب کوئی رَو چلتی ہے تو چلتی چلی جاتی ہے اور طبائع خود بخود اس سے متاثر ہوتی جاتی ہیں۔ یہ رَو بھی ایسی چلی کہ ہر جگہ اس کا تذکرہ رہنے لگا۔ مسلمانوں نے اس پر بحثیں کرنی شروع کر دیں۔ کوئی کہتا کہ فال کوئی چیز ہی نہیں ہوتی۔ کوئی کہتا کہ یہ محض وہم اور خیال ہے اور کوئی یہ کہتا کہ فال لینے کا یہ طریق غلط ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر وحی نازل کی کہ رومیوں کو گو اب شکست ہو چکی ہے مگر بِضْعِ سِنِيْنَ [7] میں وہ

پھر غالب آ جائیں گے اور ایرانی ان کے مقابلہ میں شکست کھا جائیں گے۔ اور یہ خبر تم کو ایسے وقت میں پہنچے گی جب تم بھی ان دشمنوں کو ایک شکست دے چکے ہو گے۔ چنانچہ رومیوں کی فتح کی خبر مسلمانوں کو بدر کے موقع پر پہنچی۔ جب کفار کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ میں شکستِ فاش کھا چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب یہ وحی نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُبی بن خلف جو مکہ کا رئیس تھا اس کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے کہ کچھ تم نے سنا۔ ہمارے آقا کو الہام ہوا ہے کہ بِضۡعِ سِنِیۡنَ میں رومی ایرانیوں پر پھر غالب آ جائیں گے۔ اس نے کہا اگر یہ بات ہے تو آؤ اور کوئی شرط باندھ لو۔ حضرت ابو بکر نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ دس دس اونٹوں کی شرط ہو گئی۔ بِضۡعِ سِنِیۡنَ کے معنے تین سے دس سال تک کے ہوتے ہیں یعنی تین سال سے لے کر نویں سال کے اختتام تک۔ مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کا خیال نہ رہا اور انہوں نے تین سال کی مدت مقرر کر دی اور کہا کہ اگر تین سال میں ایرانیوں نے رومیوں کے ہاتھوں شکست نہ کھائی تو میں تمہیں دس اونٹ دوں گا اور اگر وہ شکست کھا گئے تو تمہیں دس اونٹ دینے ضروری ہوں گے۔ اس کے بعد وہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ مَیں تو آپ کی وحی پر شرائط باندھ آیا ہوں اور کہہ آیا ہوں کہ اگر ایرانیوں کو اب کی دفعہ شکست نہ ہوئی تو میں دس اونٹ دوں گا۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مدت کیا مقرر کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ تین سال۔ آپ نے فرمایا بِضۡعِ سِنِیۡنَ تو تین سے نو سال تک ہوتے ہیں۔ یہ آپ نے غلطی کی جو تین سال کی حدّ مقرر کر دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اب اس غلطی کی تلافی اس طرح کرو کہ اُبَی بن خلف کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم شرط اور زمانہ دونوں بڑھا دیتے ہیں۔ شرط سو سو اونٹ رکھ لو اور مدت نو سال کے اختتام تک بڑھا دو۔ چنانچہ وہ پھر اُبَی بن خلف کے پاس گئے اور یہی بات اس کے سامنے پیش کر دی۔ اسے چونکہ یقین تھا کہ ایرانیوں کی طاقت بہت بڑی ہے اور ناممکن ہے کہ رومی انہیں شکست دے سکیں اس لئے اس نے فوراً خوشی سے اس بات کو قبول کر لیا اور کہا کہ بے شک زمانہ نو سال تک بڑھاؤ اور شرط سو سو اونٹوں کی رکھ لو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے حالات میں تبدیلی پیدا کرنی شروع کر دی اور نو سال کے اندر اندر ان میں ایک باہمت بادشاہ پیدا ہوا اور اس نے اپنے ملک

کو متحد کر کے ایرانیوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ ان کے لئے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ ایرانی شکست کھا گئے اور رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ جب یہ خبر مسلمانوں کو پہنچی اس وقت ہجرت ہو چکی تھی۔ اُبَی بن خلف مر چکا تھا۔ اور کفار مکہ سے مسلمانوں کی لڑائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کے وارثوں کو کہلا بھیجا کہ تمہیں وہ شرط یاد ہے جو اُبَی بن خلف نے مجھ سے کی تھی۔ انہوں نے کہا یاد ہے اور اسی وقت سو اونٹ بھجوا دیئے۔8 تو کافر بھی اپنے وعدے کا پاس کیا کرتا ہے۔ کُجا یہ کہ مومن ایک وعدہ کرے اور اسے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا کوئی خیال نہ آئے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اُبَی بن خلف جیسے شدید دشمنِ اسلام کی اولاد تو محمد ﷺ کے اتباع کے متعلق اپنے وعدہ کو پورا کر دے اور ایک احمدی سلسلہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ اگر ایسا ہو تو یہ ایک نہایت ہی افسوسناک بات ہو گی۔ اِس وقت تحریک جدید کے چھٹے سال کے وعدوں میں سے بھی چھبیس ستائیس ہزار کی رقم رہتی ہے۔☆ دوستوں کو چاہیئے کہ دسمبر کے مہینہ میں ہی اسے ادا کرنے کی کوشش کریں۔

نئے سال کے وعدوں کے متعلق مَیں یہ بھی اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ سات جنوری 1941ء تک وعدوں کی لسٹیں مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں اور آج سے ہی تحریک جدید کے کارکنوں کو اس کام میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ ہو سکے تو جلسہ سالانہ سے پہلے پہلے لسٹیں مکمل کر کے پہنچا دی جائیں۔ ممکن ہے بعد میں یہ وقت بڑھانا پڑے مگر مَیں سمجھتا ہوں لمبا وقت اگر دے دیا جائے تو کارکنوں میں مستعدی پیدا نہیں ہو سکتی اور وہ خیال کر لیتے ہیں کہ ابھی کافی وقت پڑا ہے اس کام کو بعد میں کر لیا جائے گا۔ پس مَیں چاہتا ہوں کہ دسمبر میں ہی لسٹیں تیار ہو جائیں اور زیادہ سے زیادہ سات جنوری تک یہاں پہنچا دی جائیں۔ بعض لوگ جلسہ سالانہ پر آ کر لسٹیں تیار کیا کرتے ہیں کیونکہ یہاں ان دنوں تمام آدمی اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے دوستوں کو بھی چاہیئے کہ جلسہ سالانہ تک لسٹیں مکمل کر کے پہنچا دیں اور اگر پھر بھی بعض لوگ رہ جائیں تو ان کا وعدہ سات جنوری تک پہنچا دیا جائے۔ بہر حال سات جنوری تک کا وعدہ ہی قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے ممکن ہے اس وقت میں بعد میں زیادتی بھی کرنی پڑے مگر اصل میعاد یہی ہے اور مخلصین

☆ اس وقت خطبہ کو دیکھتے وقت کوئی انیس بیس ہزار کی رقم باقی ہے

جو ثواب حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں اسی مدت میں کوشش کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

پس مَیں قادیان کی جماعت کو بھی اور باہر کی جماعتوں کو بھی تحریک کرتا ہوں کہ اس عرصہ میں وہ اپنی لسٹیں مکمل کر کے دفتر میں پہنچا دیں۔ افراد کو چاہیئے کہ وہ اس چندہ میں پہلے سالوں سے زیادہ حصہ لیں اور جماعتوں کو بھی چاہیئے کہ نہ صرف افراد کے لحاظ سے ان کی لسٹیں پہلے سالوں سے بڑھ کر ہوں بلکہ چندہ کے لحاظ سے بھی ان میں زیادتی ہو۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے مَیں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اس کام میں برکت ڈالے اور ہمیں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے ایک ایسی بنیاد قائم کرنے میں مدد دے جو اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرنے والی ہو۔ اسی طرح احمدیت پر جو دشمن اعتراضات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس تحریک کے ذریعہ ان اعتراضات کو پاش پاش کر دے تا اسلام اور احمدیت تمام قلوب پر چھا جائیں اور دنیا کی تمام قومیں دین کے جھنڈے کے نیچے ایک ہاتھ پر جمع ہو جائیں۔" (الفضل 7 دسمبر 1940ء)

---

1 وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ۔(حٰمٓ السجدۃ: 27)

2 مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابی ذر (الخ)

3 فاطر: 11

4 النحل :93

5 سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 163 ، 164مطبوعہ مصر 1936ء

6 مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث کعب بن مالک وصاحبیہ

7 غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔ (الروم: 3 تا 5)

8 ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ الروم ، تفسیر ابن کثیر جلد 6 صفحہ30 زیر آیت وَعْدَ اللّٰہِ لَایُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ۔ مطبوعہ 1999ء